بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا۔ أَمَّا بَعْدُ:

059: باب 27- حصہ دوم- بدفالی اور بدشگونی۔

[(سنن أبي داود:3919)،(سنن أبي داود:3910)،(مسند احمد:220/2)، (مسند احمد:213/1)]

كتاب التوحيد الذي هو حق الله على العبيد لشیخ الامام العلامہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم کتاب کی شرح کا درس جاری ہے۔ بدفالی پر بات ہو رہی تھی اور بدشگونی پر پچھلے درس میں ہم نے بات کی ہے آج کے درس میں جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں،

شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَلِأَبِي دَاوُدَ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضى الله عنه قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ، فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ"۔ اسے ابوداود نے روایت کیا اور اس حدیث کی سند میں غلطی ہوئی ہے۔

یہاں پر عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے صحیح عروۃ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہے عقبہ نہیں ہے کیونکہ عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نہیں ہے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں اور عروۃ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ جو ہیں ان کی صحبت میں وہ صحابی نہیں ہیں مختلف فیہ ہے تو اس اعتبار سے روایت مرسل ہو جاتی ہے اس لیے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان نے عروۃ بن عامر رحمہا اللہ کو ثقات التابعین میں شمار کیا ہے کہ یہ صحابی نہیں لیکن ثقات التابعین میں سے ہیں لیکن کیا عروۃ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی سے سنا یا کسی اور تابعی سے سنا اس کا پتہ نہیں ہے اگر جو مجہول ہیں جن کا ذکر نہیں ہے جو صحابی ہیں تو روایت صحیح ہے لیکن کیونکہ جزم کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ صحابی ہیں یا تابعی ہیں اس لیے یہ روایت جو ہے وہ مرسل سمجھی جاتی ہے اور ضعیف سمجھی جاتی ہے لیکن اس روایت کا جو معنی ہے وہ صحیح ہے دوسری روایت کے مطابق بدفالی اور بدشگونی پر جو بات ہو رہی ہے جو ہم نے صحیح روایت بیان کی اس روایت کا مضمون وہی ہے کوئی نئی چیز نہیں ہے، جو نئی چیز ہے اس کے بھی قرآن مجید میں اور صحیح احادیث میں شواہد موجود ہیں۔

اس روایت میں راوی فرماتے ہیں "ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بدشگونی کاذکر کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) "أَحْسَنُهَا الفَألُ"(کہ سب سے بہتر ہے فال) "وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا"(اور یہ کسی مسلمان کو اس کے مقصود سے روکنے نہ دے یہ روکتی نہیں ہے)۔ فال جو ہے کسی مقصد تک پہنچنے کے لیے مسلمان کو روکتی نہیں ہے۔ یعنی بدشگونی اور فال میں فرق کیا ہے ؟ بدشگونی روکتی ہے اور فال کیونکہ کلمہ طیبہ ہے آپ اس مسئلے میں اچھا پہلو دیکھتے ہیں روشن پہلو دیکھتے ہیں پھر آپ قدم بڑھاتے ہیں رُکتے نہیں ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وضاحت فرمارہے ہیں "وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا" کہ مسلمان کو روکتی نہیں ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حل بھی بیان کیا کہ جب کوئی شخص بدفالی دیکھے یا بدشگونی دیکھے اس طریقے سے وہ کیا کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ"(بس اگر کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو اسے ناپسند ہو) "فَلْيَقُلْ"(تو وہ یوں کہے) "اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ"(اے اللہ تیرے سوا کوئی بھلائیاں لا نہیں سکتا اور نہ کوئی بُرائیاں دور کر سکتا ہے اور تیری توفیق کے بغیر ہم میں بھلائی کی طاقت نہیں نہ بُرائی سے بچنے کی ہمت ہے)۔

سبحان اللہ کتنے پیارے لفظ ہیں کہ بھلائی اور اچھائی کس کے ہاتھ میں ہے ؟ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور بُرائی اور تکلیف کس کے ہاتھ میں ہے ؟ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے ہاتھ میں اچھائی ہے اسی سے طلب کی جائے اور جس کے ہاتھ میں حفاظت ہے اور بُرائیوں سے دور کرنا ہے اس سے پناہ مانگی جائے۔ وہی مالک ہے ایک ہی ذات مالک ہے یہ کیسے ایک مسلمان سوچ سکتا ہے کہ بدشگونی کا بھی اثر ہوتا ہے اس کی زندگی میں ؟! کوئی چیز وہ دیکھتا ہے اسے ناپسند ہے کہتا ہے نہیں، اس چیز کی وجہ سے میری زندگی میں یہ بُرا اثر آیا ہے !

اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ آپ کے نفع و نقصان کی مالک بن جائیں یا آپ کی زندگی میں ان کا اچھا اور بُرا اثر ہو عقیدے کے اعتبار سے ورنہ بعض چیزیں ہیں جو واقعی بُری ہیں۔ شراب ہے اس کا بُرا اثر ہے، سگریٹ نوشی ہے اس کا بُرا اثر ہے، یہ بدشگونی نہیں ہے ہم اس کی بات نہیں کر رہے ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ ایک چیز آپ نے دیکھی ہے اس کا تعلق آپ کی قسمت سے نہیں ہے اس کا تعلق آپ کی زندگی میں بُرا اثر لانے سے کوئی نہیں ہے لیکن آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کا بُرا اثر ہے۔ اب ہاتھ میں کھجلی ہونا اور آپ کی قسمت کے دروازے کھل جانا کوئی تعلق ہے ؟ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن اسی ہاتھ سے آپ تسبیح پڑھیں سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ اس سے قسمت کے دروازے کھل سکتے ہیں کہ نہیں ؟ کھل سکتے ہیں، ایک تسبیح کے

بدلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ایک کھجور کا درخت پیدا کر دیتے ہیں، ایک تسبیح ! یہاں پر سو تسبیح پڑھیں سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ سو مرتبہ سو کھجور کے درخت جنت میں حاصل کریں۔ جنت سے کوئی بڑا خزانہ ہے ؟ لیکن کھجلی ہوئی ہاتھ میں اور مال آنے والا ہے اچھی نوکری ملنے والی ہے، خزانے کھلنے والے ہیں سوائے مصیبتیں کے کچھ نہ ملے گا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اس عقیدے کو دیکھ کر مال بھی دے گا تو وہ تمہارے لیے عذاب بن کر رہے گا۔

کتنے لوگ ہیں دنیا کے اعتبار سے بڑے درجات پر فائز ہیں بڑا پیسہ ہے ان کے پاس لیکن یہی پیسہ یہی مال یہی دولت، یہی بیوی بچے ان کے لیے عذاب بن چکے ہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ نہیں دیکھ رہے ؟ ! اور کتنے لوگ ہیں جو صرف اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں اپنی بیوی کا اپنے بچوں کا، چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں لیکن ان کی زندگی جنت ہے، کوئی بینک بیلنس نہیں کچھ بھی نہیں ہے اتنا ہے جتنا وہ اپنے اس آج کے دن کو اچھا گزار سکتے ہیں۔ کل کیا ہونے والا ؟ جس نے آج دیا وہ کل بھی دے گا یہ ایمان ہے۔ ہم سوچتے ہیں اگلے بیس سال کی !

دیکھیے سوچنے میں بُرائی نہیں ہے بچوں کا اچھا مستقبل بنانے کے لیے کوئی حرج نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (وہ لوگ اُن سے بہتر ہیں جو اپنے بچوں کے لیے کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں اُن سے بہتر ہیں جو اپنے بچوں کو ہاتھ پھیلانے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں)۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو کل کے لیے جس کو اس نے دیکھا نہیں ہے اُس کل کے لیے جو نافرمانیاں کرتے ہیں اور جو حرام کماتے ہیں آج کا دن بھی گیا اور کل کا دن بھی گیا جو اس نے دیکھا نہیں ہے سوائے عذاب اور مصیبت کے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

جب حسنات اور سیئات کی بات کی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو مانگنے والے کی حقیقت کیا ہے ؟ کمزور اور ضعیف ہے مسکین ہے، نہ کوئی اس میں طاقت ہے نہ اس میں کوئی ہمت ہے۔ تو کس سے مدد مانگے گا ؟ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ"۔

اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حل بیان کیا ہے۔ دیکھیں شریعت ہمیشہ جب آپ کو کسی چیز سے روکتی ہے تو اس سے اچھی چیز لے کر آتی ہے۔ زنا سے روکا چار شادیوں کی اجازت دی کہ نہیں دی ؟

اب ایک شخص ہے بھئی ایک بیوی سے اس کا گزارا نہیں ہوتا اور بیوی بے چاری پریشان ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اس شہوت کو پیدا کر دیا اب خالق ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے کہ اس شخص کی شہوت جو ہے ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی کیا زنا کرے گا ؟ زنا حرام ہے۔ تو کیا کرے گا ؟ دوسری شادی کرو، پھر بھی تکلیف ہوتی ہے تیسری کرو، چار تک ہے اور چار سے زیادہ یاد

رکھیں یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نظام ہے کہ چار کے بعد شہوت بچتی نہیں ہے یاد رکھیں۔انسان ہے کوئی لوہا نہیں ہے انسان کو چار بیویوں کے بعد پھر حاجت نہیں رہتی مرد کی۔

توحل کیا بیان کیا جب بد شگونی سے روکا؟ تو دعا ہے "اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ،وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ"۔کالی بلی نے راستہ کاٹ دیا اب دل کو مضبوط کرنا ہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ"۔ دل مضبوط ہوا کہ نہ ہوا کہ میرے اندر نہ کوئی طاقت ہے نہ کوئی ہمت ہے میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں جو طاقت والا ہے میری حفاظت وہی کرے گا اس بلی نے کیا میری حفاظت کرنی ہے کیا نفع و نقصان پہنچانا ہے مجھے اس نے۔ تو دل مضبوط ہوتے ہیں، یہ راستہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں جو اہم فوائد ہیں:

1۔فال کا بد شگونی سے تعلق ہے اور فال جو ہے وہ بد شگونی سے بہتر ہے۔فال، اچھی بات ہے کسی مصیبت کا روشن پہلو، کسی مشکل کا روشن پہلو۔

2۔فال جو مستحب ہے کیونکہ فال کی وجہ سے عقیدہ مضبوط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔جب انسان کسی مصیبت میں روشن پہلو کو تلاش کرتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کچھ بہتری ہے اس میں میرے لیے تو پھر اس کا دل جو ہے وہ مزید اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور اس کا دل مزید مضبوط ہوتا ہے۔

یعنی مثال کسی کا بچہ بیمار ہو گیا(مصیبت ہے)اب جب بچہ بیمار ہوا یہ باپ جو ہے پہلے کیئر نہیں کرتا تھا بچوں کی چوبیس گھنٹے کام میں ہے،بچہ بیمار ہوا ایمرجنسی میں لے جانا پڑا اُس بندے کو اُس وقت محسوس ہوا کہ میرے اوپر یہ ذمہ داری بھی ہے حالانکہ مصیبت ہے بچہ ایمرجنسی میں پڑا ہے زندگی و موت کی کشمکش میں ہے بہت سیریس ہے پہلے یہ پرواہ نہیں کرتا تھا اب اس مصیبت کے بعد جو ہے اس کو سمجھ آئی اور جب اس کا بچہ تندرست ہوا اس کی زندگی تبدیل ہو گئی اب اس ذمہ داری کو جو پس پشت ڈالی ہوئی تھی اس نے کہ بھئی ماں گھر میں ہے وہ کافی ہے، نہیں! وہ خود بار بار پوچھتا ہے،اپنے کاموں کو اس نے کم کر دیا ہے،اپنی ذمہ داریاں جو باہر ہیں ان کو کم کر دیا ہے اور اپنے بیوی بچوں کا جو حق ہے وہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی انسان سوچتا ہے مثال کے طور پر ایک انسان بیمار ہوا ہے تکلیف ہے مصیبت ہے لیکن اسے یاد آتا ہے کہ اس تکلیف اور مصیبت کے پیچھے خیر موجود ہے۔وہ خیر کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف کرنا چاہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (اگر کوئی کانٹا بھی کسی کو چبھتا ہے تو اس کانٹے کے بدلے میں ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ

بلند ہوتا ہے)۔ یہ ہوتا ہے اچھی بات، اچھی سوچ، positive thinking میں نے پہلے بھی یہ بات بیان کی تھی positive thinking جو ہے آج کل اس میں ڈگری حاصل کی جارہی ہے پتہ ہے آپ کو! پی ایچ ڈی کی ڈگری لوگ حاصل کرتے ہیں یہ خاص علم بن چکا ہے اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لفظوں میں اس علم کو بیان کیا ہے "الكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ" ہر مصیبت میں ہر پریشانی میں ہر شر میں ایک روشن پہلو ہوتا ہے اسے تلاش کرو اور اس کو سب سے آگے رکھو مصیبت ختم ہو جاتی ہے۔

3۔ شریعت جب کسی چیز سے روکتی ہے تو اس کا نعم البدل لے کر آتی ہے۔ اس کا نعم البدل (اس کے بدلے میں کوئی اور چیز) لے کر آتی ہے، شر سے روکا ہے ظاہر ہے اس کے بدلے میں خیر آجاتا ہے۔

4۔ دعا کی اہمیت کہ ہر مشکل وقت میں دعا ہی سب سے بڑا سہارا ہوتی ہے۔

5۔ اچھائی اور بُرائی کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ خیر اور شر کا مالک، اچھائی، بُرائی کا مالک سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

6۔ تقدیر پر ایمان کی اہمیت۔

7۔ انسان کی حقیقت کو جاننا کہ ضعیف ہے، کمزور ہے، محتاج ہے۔

8۔ سب سے بہترین اور کامل انسان وہ ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ"۔

اگلی حدیث میں شیخ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ مَرْفُوْعًا" (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے) "الطِّيَرَةُ شِرْكٌ،الطِّيَرَةُ شِرْكٌ،وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ"۔(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ،وَجَعلَ آخِرَهُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ)۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الطِّيَرَةُ شِرْكٌ،الطِّيَرَةُ شِرْكٌ" (بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے) "وَمَا مِنَّا إِلَّا" (اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جسے بتقاضۂ بشریت ایسا وہم نہ ہو) "وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ" (مگر اللہ ربّ العزت سبحانہ وتعالیٰ توکل کی وجہ سے اس وہم کو دور کر دیتا ہے)۔

اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا صحیح سند کے ساتھ اور جو آخری الفاظ ہیں "وَمَامِنَّا إِلَّا" کے بعد والے کہ (ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جس کے دل میں یہ وہم نہ گزرتا ہو) یہ الفاظ جو ہیں آخر تک یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔ اسے کیا کہتے ہیں مصطلح الحدیث میں؟ ادراج۔ ادراج وہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو الفاظ ہیں حدیث میں اُن الفاظوں کے علاوہ کچھ اور الفاظ شامل کر دینا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان

کی وضاحت کے لیے اس کو کہتے ہیں ادراج اور بعض اوقات ادراج واضح ہوتا ہے۔یعنی واضح کیسے ہوتا ہے؟ صحابی فرماتا ہے کہ میری رائے یہ ہے یا اس میں جو حدیث لکھتے ہیں ایک ڈیش ڈال دیتے ہیں شروع میں بھی اور آخر میں بھی کہ یہ جو جملہ بیچ میں ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں ہے یہ وضاحت کے لیے ہے یہ وضاحت صحابی بھی کر سکتا ہے، تابعی بھی کر سکتا ہے اور بعد والا کوئی راوی بھی کر سکتا ہے۔ جیسے میں ابھی بات کر رہا ہوں کہ حدیث کے بیچ میں آپ کو سمجھاتا ہوں اب یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں یہ ادراج ہو گئی ہے سمجھانے کے لیے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔

اس کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ تا کہ شریعت محفوظ رہے۔ الفاظوں کو بھی علماء نے پرکھا ہے اور الفاظوں کو بھی الگ الگ کر دیا ہے کہ کون سے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں جو وحی ہیں جو دین ہیں اور کون سے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے ہیں جو دین نہیں ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کیا ہیں؟ دو ہیں "الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ" (بد شگونی شرک ہے، بد شگونی شرک ہے) پھر راوی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو ہیں وہ مزید وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب یہ شرک ہے تو کسی کے گمان میں آئے گا کیا ہم مشرک بن گئے ہیں؟! دیکھیں ڈر، بد شگونی انسان کے دل میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے یاد رکھیں ہم بچ نہیں سکتے سب کے اندر کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔

تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایسا کوئی بھی شخص نہیں جس کو بتقاضۂ بشریت (ہم بشر ہیں تو ڈر بھی لگتا ہے) ایسا وہم نہ ہو وہم ہوتا ہے۔

دیکھیں وہم اور نیت میں فرق ہے نیت پختگی ہوتی ہے بس، وہم نیت سے پہلے کا درجہ ہوتا ہے کہ خیال آتا ہے، گمان ہوتا ہے پھر وہ مزید مضبوط ہوتا ہے پھر جا کر ایک ذہن میں خیال آتا ہے پھر وہ مزید مضبوط ہو کر وہم بنتا ہے، پھر مزید مضبوط ہو کر وہ نیت بن جاتا ہے۔ بات ابھی نیت کی نہیں ہو رہی کیونکہ نیت ہو گئی تو مہر لگ گئی بات ختم ہو گئی۔ تو وہم کا ہونا یا سوچ کا آنا کہ ارے بلی نے راستہ کاٹا ہے کوئی مصیبت تو نہیں آئے گی! پھر وہم آتا ہے اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی گواہی دے رہے ہیں کہ ہم میں سے ایسا کوئی شخص نہیں جس کے اندر یہ گمان نہ پیدا ہوتا ہو۔

جب یہ گمان پیدا ہوتا ہے تو دور کیسے ہوتا ہے؟ توکل سے "وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ" جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں توکل کرتے ہیں تو یہ جو وہم ہے یہ دور ہو جاتا ہے، ختم صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بد شگونی کی ہے کیا اس بندے نے؟ بد شگونی نہیں کی صرف وہم گزرا ہے ایک گمان ہوا ہے باقی ختم ہو گیا۔

فرق کیا ہے تفصیل ابھی آگے آئے گی کہ اس کی حقیقت کیا ہے، کیسے جانیں کہ بد شگونی ہے یا وہم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

اس حدیث کے جو اہم فوائد ہیں:

1-"الطِّيَرَةُ شِرْكٌ" بد شگونی کیا ہے؟ شرک ہے۔

2۔اہم چیز کی تاکید کرنا مستحب ہے دو مرتبہ فرمایا ہے "الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ"۔

دو مرتبہ کیوں فرمایا؟ تاکید کے لیے اور یہ مستحب ہے آپ کوئی چیز بیان کر رہے ہیں وہ بہت اہمیت رکھتی ہے آپ ایک لفظ دو مرتبہ تین مرتبہ دہرا سکتے ہیں تاکہ آسانی سے یاد آجائے سننے والے کو پتہ چلے کہ کوئی اہم بات ہو رہی ہے کیونکہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر ایک مرتبہ بات فرماتے ہیں سمجھ آجاتی ہے سبحان اللہ، بعض اوقات ایک مرتبہ سے زیادہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں اس کا مطلب ہے یہ زیادہ اہم ہے۔

اگرچہ شریعت کے سارے کے سارے جو احکام ہیں سارے اہم ہیں لیکن بعض بعض سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔اب نماز اہم ہے کہ نہیں؟ لیکن توحید نماز سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں؟ زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

3۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت۔

4۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریعت کی تعلیم دینے کے لیے کوشاں تھے ہمیشہ،اب ایک بات سامنے آئی ہے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

5۔وہم اور نیت کا فرق جاننا۔

6۔توکل کی اہمیت۔اکثر لوگ توکل کو جانتے نہیں ہیں،اپنے آپ کو اللہ تعالی کے حوالے کرنا سبب کو اختیار کرتے اسباب شرعیہ کو اختیار کرتے ہوئے۔

7۔توکل سے بد شگونی ختم ہو جاتی ہے۔

اگلی روایت میں شیخ صاحب رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَلِأَحْمَدَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَمْرٍو رضی اللہ تعالیٰ عنہما:(مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ)۔قَالُوا:فَمَا كَفَّارَةُ ذَلِكَ ؟ قَالَ:(أَنْ يَقُولَ: اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ)"۔اسے احمد نے روایت کیا مسند میں اور الہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (جو شخص اپنے کسی کام سے بدشگونی کی بناء پر رُک جائے تو بے شک اس نے شرک کیا) "قَالُوا" (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی علیہ وآلہ وسلم) "فَمَا كَفَّارَةُ ذَلِكَ؟" (اگر یہ ہو جائے کسی سے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "أَنْ يَقُولَ" (کہ وہ شخص یوں کہے) "اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ" کتنے پیارے الفاظ ہیں (کہ اے اللہ تعالیٰ!) "لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ" (تیرے خیر کے سوا کوئی خیر نہیں (یعنی جو خیر تیری طرف سے آتا ہے اس کے سوا کوئی خیر نہیں)) "وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ" (اور پرندے بھی صرف اور صرف تیرے ہی ہیں تیرے سوا کسی اور کے پرندے ہیں ہی نہیں (ظاہری اعتبار سے) اور بدشگونی کے اعتبار سے یہ شگونی ،بدشگونی کا مالک بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، اچھائی بُرائی کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے) "وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ" (اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں)۔

اس روایت میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسئلہ بیان کر رہے ہیں، پہلی روایت میں گمان تھا،اِس روایت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی نیت ہو گئی۔ مسلمان ہے غلطی ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہو جاتی ہے غلطی۔

اب کوئی شخص صبح اٹھ کر جا رہا ہے بلی نے راستہ کاٹ لیا (کالی بلی نے) اور کام پر جانے سے رُک گیا اب گناہ کا ارتکاب ہوا کہ نہ ہوا؟ ہو گیا۔ اس کا کوئی حل ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ مسئلہ آیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ ایسا ایسا مسئلہ ہوا ہے اگر ایسا مسئلہ ہو تو کیا کریں؟ تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ" پہلے تو یہ بات سمجھ لیں کہ جس کو بدشگونی نے کسی عمل کرنے سے روکا ہے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا شرک ہو گیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اس کا کفارہ کوئی ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں بیان کیا یہ کفارہ ہے کہ چند الفاظ کہنے ہیں جو توحید سے بھرے ہوئے ہیں توحید ہی توحید ہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے کا حکم ہے "اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ" کہ اللہ تعالیٰ تیرے سوا خیر اور اچھائی اور بھلائی کسی سے مل نہیں سکتی کیونکہ مالک اچھائی اور خیر کا اور بھلائی کا صرف تو ہی ہے تیرے سوا کوئی نہیں "وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ" اور اچھائی اور بُرائی کا مالک بھی تو ہے، یہ شگونی، بدشگونی جو کچھ بھی ہے ساری کی ساری چیزیں صرف تیرے ہی حکم سے چلتی ہیں، پرندہ دائیں جانب، بائیں جانب گیا پرندہ بھی تو تیرا ہے ناں تیری مرضی سے اڑتا ہے تیری مرضی سے رُک جاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر "وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ" اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پہلے دو جملوں میں توحید ربوبیت ہے اور آخری جملے میں توحید الوہیت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ خیر کا مالک تیرے سوا کوئی نہیں اور کوئی بھی چیز ہماری زندگی میں

اثر نہیں کر سکتی اچھا یا بُرا صرف اور صرف تیرے حکم سے اور ہم اس چیز کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف تیری ہی ذات ہے کوئی اور ذات نہیں ہے۔

اس حدیث میں جو اہم پیغام ہیں:

1۔بد شگونی شرک ہے اور یاد رکھیں یہ شرک اصغر ہے۔

بد شگونی شرک اصغر ہے کیوں؟ کیونکہ شرک اکبر کا کیا مطلب ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے کسی اور کو دے دینا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا حق کسی اور کو نہیں دیا گیا، پرندہ دائیں جانب اڑا یا بائیں جانب اڑا اس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا کوئی مصیبت آئے گی اس کو یہ یقین ہے کہ خیر اور شر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو یہ شرک اصغر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو گیا ہے وہ دوبارہ سے کلمہ پڑھے بلکہ جو دعا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے اگرچہ کلمہ اس میں موجود ہے آخری الفاظوں میں لیکن اس میں یہ وضاحت بھی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

2۔بد شگونی کا معیار کیا ہے؟ بد شگونی کا معیار یہ ہے کہ کسی عمل سے کسی شخص کو روک دے یہ بد شگونی ہے اگر نہیں رکا تو بد شگونی نہیں ہے وہ وہم ہے اگر رُک گیا تو بد شگونی ہے۔

3۔ مشرک کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

4۔اس دعا کو بد شگونی کے وقت پڑھنا مسنون ہے۔

5۔توحید کی قِسموں کا اعتبار، توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور اسماء والصفات۔

6۔ توحید ربوبیت سے توحید الوہیت لازم ہو جاتی ہے۔یعنی جو لوگ یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق، مالک ،رازق، تدبیر کرنے والا نہیں، مشکل کشا حاجت روا نہیں ہے ان پر لازم ہے وہ یہ بھی اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق بھی نہیں ہے یہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، دعا، پکار، قربانی، نذر و نیاز یہ ساری کی ساری عبادات ہیں ان کا حقدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے کسی اور کے لیے صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

آخری روایت میں شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَلَهٗ" (یعنی) "لِأَحْمَدَ" کیونکہ پہلی روایت مسند احمد کی تھی اور یہ روایت بھی مسند احمد کی ہے "مِنْ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ" (سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے) "إِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا أَمْضَاكَ أَوْ رَدَّكَ" (کہ بد شگونی وہ ہے جو تجھے کسی کام کرنے پر آمادہ کرے یا اس سے روک دے)۔

یہ بدشگونی ہے یہ معیار ہے بدشگونی کا، یہ روایت مسند احمد میں ہے اور اس روایت میں ضعف ہے کیونکہ سند میں انقطاع ہے تو روایت ضعیف ہے لیکن جو پہلی روایت ہے وہ اس روایت کی شاہد ہے۔ کیسے ؟ کہ جو چیز آپ کو کسی عمل کرنے سے روک دیتی ہے یہ بدشگونی ہے اور اِس روایت میں بھی یہی چیز بیان کی جارہی ہے۔

بدشگونی کی حقیقت کیا ہے معیار کیا ہے ؟ جو آپ کو کسی کام پر آمادہ کرے یعنی کسی چیز کو دیکھ کر آپ کام کرتے ہیں یا اُس کام سے آپ کو روک دے آپ رُک جاتے ہیں۔ پرندہ دائیں جانب اڑ گیا تو آپ نے اس عمل کو کیا یعنی پرندے کے دائیں جانب مڑنے سے اس چیز نے آپ کو آمادہ کیا کہ وہ چیز جو آپ سوچ رہے تھے اس پر عمل کریں (سفر کرنا ہے، شادی کرنی ہے کچھ بھی کرنا ہے)اور اگر بائیں جانب اڑ گیا تو آپ رُک گئے۔ یہ بدشگونی کی حقیقت ہے کہ جو چیز آپ کو کسی عمل پر آمادہ کرے یا روک دے یہ حقیقت ہے۔

اس حدیث میں جو فوائد ہیں وہی فوائد ہیں اہم چیز یہ ہے کہ اس میں معیار بیان کیا گیا ہے اس روایت میں کہ بدشگونی کا معیار کیا ہے ترازو کیا ہے، بدشگونی کسے کہتے ہیں اور کسے نہیں کہتے۔

اس روایت سے بدشگونی کے متعلق کا جو باب ہے وہ ختم ہوا اگلے درس میں ان شاءاللہ "باب ما جاء في التنجيم" علم نجوم کے متعلق ہم بات کریں گے اور دیکھیں گے کہ علم نجوم کیا ہوتا ہے، کتنی قسمیں ہیں اور وہ کون سا علم ہے جو حرام ہے، کون سا علم ہے جو جائز ہے اور حلال ہے، کیسے شرک ہے، کس میں شرک ہے کس میں شرک نہیں ہے ان شاءاللہ اس کی تفصیل سے بات کریں گے۔

سوال: یہاں پر ایک سوال ہے سورۃ الحجر آیت نمبر 29 میں ﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِيْنَ﴾، ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي﴾ سے کیا مراد ہے واضح کریں؟

جواب: یاد رکھیں آیت یہ ہے سورۃ الحجر کی آیت نمبر 29 ﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ﴾ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میں سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا کروں، بنالوں) ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي﴾ (اور اس میں اپنی روح پھونک دوں) ﴿فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِيْنَ﴾ (بس تم اس کو سجدہ کرو)۔ یہ حکم کس کو ہے ؟ فرشتوں کو ہے۔ تو ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي﴾ کا مطلب کیا ہے ؟ سائل نے یہ سوال نہیں کیا کہ ﴿سَوَّيْتُهُ﴾ کا کیا مطلب ہے ﴿فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِيْنَ﴾ کا کیا مطلب ہے یہ واضح ہے لیکن اس کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ اپنی روح میں نے پھونکی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح موجود ہے اور یہ آیت پیش کرتے ہیں بطور دلیل کے اور بعض لوگ دس قدم آگے جاکر کہتے ہیں کہ خالق اور مخلوق ایک چیز ہیں (وحدۃ الوجود اور وحدۃ الحلول والے)۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي﴾ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح چل رہی ہے تو اللہ اور انسان ایک ہی ہیں۔

تو ﴿رُّوحِي﴾ کا مطلب کیا ہے؟ - یہاں پر عقیدے کا ایک مسئلہ آتا ہے اسماء والصفات کے باب میں اور ایک قاعدہ ہے جسے کہتے ہیں قاعدۃ الاضافات (اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کا قاعدہ)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت ہوتی ہے وہ دو قسم کی ہوتی ہے "إضافة الأوصاف و إضافة الأعيان" وصف، صفت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف صفت کی نسبت، یا کسی اور چیز کی نسبت جس سے اللہ تعالیٰ کا تعلق نہیں ہے۔

مثال سے بات آسان ہو جاتی ہے کہ "بیت اللہ، ناقۃ اللہ، کلام اللہ، روح اللہ"۔ یہ چار الفاظ ہیں "بیت اللہ، ناقۃ اللہ، کلام اللہ اور روح اللہ"۔ یہاں پر کیا ہے ﴿نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي﴾ (اللہ تعالیٰ کی روح) روح اللہ ہوا کہ نہیں؟ روح اللہ ہوا۔ کیا ان چاروں میں کوئی فرق ہے آیئے دیکھتے ہیں۔

"بیت اللہ" (اللہ تعالیٰ کا گھر)۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں اللہ تعالیٰ کا گھر کہاں ہے؟ زمین، فرش کے اوپر ہے۔

کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ کعبہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے؟ کعبہ صفت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی۔ تو کعبہ کیا ہے؟ کعبہ مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انسانوں نے بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے تعمیر انسان نے کیا ہے۔ تو یہ کہنا بیت اللہ اس کا پھر مطلب کیا ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو شرف بخشا ہے اس لیے اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور تا قیامت یہ جگہ جو ہے مکرم ہے قابل احترام ہے، قابل تعظیم اور قابل عزت ہے اللہ تعالیٰ نے جگہ کو شرف بخشا ہے۔

"ناقۃ اللہ" اونٹ بہت زیادہ ہیں اونٹنیاں بہت زیادہ ہیں لیکن ایک اونٹنی ہے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے۔ باقی اونٹنیاں کس کی ہیں باقی بھی تو اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ نہیں؟ لیکن ایک اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ میری اونٹنی ہے ناقۃ اللہ ہے۔ کیوں؟ کیونکہ ایک معجزہ تھی، ایک نبی کی آیت تھی سیدنا صالح علیہ الصلاۃ والسلام کی۔ تو اُس نبی کو شرف بخشا، اُس اونٹنی کو شرف بخشا، اُس کی تعظیم کی گئی کیونکہ وہ معجزہ تھی باقی اونٹنیوں سے بالکل الگ تھی، عام اونٹنیاں پیدا ہوتی ہیں گوشت سے یہ اونٹنی پتھر سے پیدا ہوئی ہے۔ پھر کوئی شرف ہونا چاہیے کہ نہیں؟ یہ بھی بات ہمیں سمجھ آگئی کہ بعض اوقات جو نسبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف وہ تعظیم اور قدر و احترام کے لیے ہوتی ہے شرف بخشنے کے لیے ہوتی ہے۔

دوسری قسم کی نسبت جو ہے اِضافۃ جو ہے وہ ہوتی ہے اِضافۃ الأوصاف اس میں اللہ تعالیٰ اپنا وصف بیان کرتے ہیں جیسا کہ کلام اللہ (اللہ تعالیٰ کا کلام)۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ صحیح ہے کہ نہیں؟ صحیح ہے۔

"رحمۃ اللہ" (اللہ تعالیٰ کی رحمت)۔ کیا رحمت کوئی اور چیز ہے جو خود قائم ہو سکتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے؟ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کبھی رحمت کو دیکھا ہے چلتے پھرتے آپ نے یا کسی گھر یا کسی اونٹنی کی شکل میں؟ نہیں۔

اسی طریقے سے "ید اللہ" اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ نہیں؟ صفت ہے کیونکہ ہاتھ کا تصور ہو سکتا ہے بغیر اس کے مالک کے؟ نہیں ہو سکتا۔ یعنی ہاتھ آپ کے سامنے چلتا پھرتا ہو نہیں ہو سکتا۔ یہ صفات ہیں۔

روح اللہ کیا ہے؟ روح اللہ جو ہے وہ پہلی قسم میں سے ہے یا دوسری قسم میں سے ہے؟ پہلی قسم کون سی ہے؟ أعیان کی نسبت۔ أعیان کہتے ہیں جو خود قائم ہو سکتی ہے اور جو خود قائم ہو سکتی ہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور اپنی طرف نسبت کر دیتا ہے تاکہ اس کو شرف بخشے اور اس کی عزت ہو تعظیم ہو۔ دوسری قسم جو ہے مخلوق نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ہوتی ہے۔

دونوں میں لفظ کیا استعمال ہوتا ہے؟ نسبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ "ید اللہ، رحمۃ اللہ، کلام اللہ" ایک طرف، دوسری طرف "بیت اللہ، ناقۃ اللہ، رسول اللہ"۔ رسول اللہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول کو پیدا کیا ہے اور پھر اس کو شرف بخشنے کے لیے اپنی طرف نسبت کر دی ہے کہ یہ پیغمبر میرا ہے میرا پیغام لے کر آیا ہے۔

روح اللہ یہ ہے یا وہ ہے؟ روح اللہ جو ہے اب سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کیا ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں؟ نبی اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کے بندے عبد اللہ ہیں اور جو روح پھونکی گئی ہے یہ وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور پھر پھونکنے کا حکم دیا ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے اندر (یہ وہ روح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے اندر پھر حکم دیا ہے کہ اس کو پھونکا جائے)۔

اس کے کہنے میں کیا حرج ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روح ہے کوئی حرج ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اس بندے کے اندر موجود ہے کوئی حرج ہے؟ کیا حرج ہے؟ سبحان اللہ، بھائی کہتے ہیں بڑا پیارا جواب دیتے ہیں جزاک اللہ خیر کہ حرج نہیں بڑی مصیبت ہے کہ اگر روح اللہ تعالیٰ کی انسان کے اندر موجود ہو تو کبھی گناہ کر سکتا ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! یہ انسان گناہ کرتا ہے پھر اسے سزا ملتی ہے

جہنم کی کیا اللہ تعالیٰ کا حصہ جہنم میں جل سکتا ہے ؟ا گر روح اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتی اس انسان کے اندر تب تو انسان کبھی گناہ نہ کر سکتا لیکن ہمیں یقین ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے جب انسان گناہ کرتا ہے تو اسے سزا بھی ملے گی۔

انسان نے کفر کیا ہے کیا یہ بُش سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہے کہ نہیں ؟کافر ہے ، یہ جو دیگر کافر ہیں، ہندو ہیں یا یہودی یا عیسائی ہیں (نصاریٰ) جو ہیں کون ہیں کافر ہیں کہ نہیں ؟ یہ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہیں یا کسی اور کی اولاد ہیں ؟سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ جو روح پھونکی گئی ہے اس کا حصہ ان میں موجود ہے کہ نہیں ؟موجود ہے۔اگر یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا تو کبھی کوئی بھی انسان کافر ہو سکتا؟ نہیں۔ جو کافر ہوئے ہیں جو لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے ابو جہل، ابو لہب جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ﴾(المسد:1) کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے حصے کو سزا دے رہا ہے ؟!

تو اس لیے یہ جو باتیں بیان کیں یہ کوئی تاویل نہیں ہیں یہ حقیقت ہیں کہ ید اللہ ،بیت اللہ، رحمۃ اللہ، کلام اللہ، ناقۃ اللہ، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں لیکن سب کا معنیٰ مختلف ہے اور سب کی نسبت مختلف ہے برابر نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال: میرے پاس صرف بیٹیاں ہیں تو کیا میرے شوہر کی وراثت میں ان کے بھائیوں کا حصہ ہو گا یا نہیں یا صرف بیٹیوں کا حصہ ہے ؟

جواب: وراثت کے مسائل میں میں فتویٰ نہیں دیا کرتا ہوں اور نہ ہی طلاق کے مسائل میں اس کے لیے ابھی شوہر زندہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو زندگی دے (ابھی وراثت کی کیا سوچ آگئی ہے) اللہ رحم کرے لیکن بہر حال سائلہ کا سوال اپنی جگہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے شوہر کو تندرستی بخشے اور اللہ ان کی عمر لمبی کرے اپنی اطاعت میں فرمانبرداری میں، اگر کوئی ایسا حادثہ ہو گیا کوئی ایسی مصیبت آگئی اور وراثت کا مال تقسیم کرنے کا وقت آیا تب آپ یہ سوال کرنا اور ان شاءاللہ جو آپ کی وراثت کو تقسیم کرے گا اس سے سوال کریں کیونکہ یہ مفتیوں کا کام ہے وہ ان شاءاللہ آپ کو بتائیں گے۔

سوال: آیت اللہ روح اللہ خمینی کہنا ؟**جواب:** آیت اللہ روح اللہ خمینی (اللہ المستعان) لوگ جسے چاہیں جو بنا دیں یہ لوگوں کی کہاوت ہے جس نے کہا ہے وہ جانے وہ جوابدہ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کیسے آیت اللہ ہیں اور کیسے روح اللہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اماموں کا درجہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے اور جو کہتے ہیں کہ امام جو ہیں وہ کائنات کے ذرّے ذرّے کے مالک ہیں کائنات کے ذرّے ذرّے میں تصرف کرتے ہیں جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے لوگ جسے چاہیں جو ٹائٹل دینا چاہیں لقب دینا چاہیں دے سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زبان کو آج ہمارے حوالے کیا ہے قیامت کے دن یہ زبان ہمارے خلاف گواہی دے گی۔

سوال: انسان کو مولانا کہنا درست ہے؟

جواب: مولانا کے مختلف معنی ہیں مولانا امام کو بھی کہا جاتا ہے، بزرگ کو بھی کہا جاتا ہے، مولانا دوست کو بھی کہا جاتا ہے، مولانا خادم کو بھی کہا جاتا ہے، مولانا (فلاں فلاں کا خادم)۔ تو اگر آپ کسی شخص کو خادم کہتے ہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ کون سا ان میں سے کس معنی کے اعتبار سے آپ کہہ رہے ہیں۔ ''مولانا'' دوست، بزرگ، خادم، مولانا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا دوست ہے ولی اللہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

قربانی کے متعلق **سوال** ہے کہ کسی فوت شدہ شخص کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے؟

جواب: نہیں کی جاسکتی، فوت شدہ شخص کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یوں کہے قربانی کرتے وقت کہ میرے اور میرے گھر والوں کی طرف سے اور اس کے گھر والوں میں بعض مر چکے ہوں تب جائز ہے زندہ مردہ سب شامل ہو جاتے ہیں لیکن خاص میّت کے لیے مردہ کے لیے خاص بکرا ذبح کرنا قربانی کرنا یہ شرعاً جائز نہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ۔ جو روایت ابو داود میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو روایت مروی ہے وہ روایت ضعیف ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے ۔ واللہ اعلم۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی صورت میں پیدا کیا ہے تو اپنی صورت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس میں علماء کے دو قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو پیدا کیا جو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی صورت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے یعنی سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی صورت "عَلَى صُورَتِهِ" یہ ضمیر جو ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف واپسی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ لیکن ایک دوسری روایت ہے "عَلَى صُورَةِ الرَّحْمَنِ" واضح الفاظ ہیں یہ روایت بھی صحیح ہے اس میں صورتہ نہیں ہے بلکہ صورۃ الرحمٰن ہے "عَلَى صُورَةِ الرَّحْمَنِ" ۔

تو بھائی علماء یہ فرماتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اُن صفات میں پیدا کیا ہے جو بعض صفات اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا بھی چہرہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ

والسلام کا بھی ہاتھ ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے انسان بھی رحم کرتا ہے، یہ جو چیزیں ہیں مجمل طور پر جو اوصاف ہیں اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کے مطابق انسان کو پیدا کیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ جیسی ہے مشابہت سے پاک ہو کر کیونکہ مشابہت جو ہے کفر ہے جائز نہیں ہے تو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ بات سمجھ آئی کہ نہیں؟

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (059.کتاب التوحید) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio